66

موجودہ افسوس ناک حالت

(فرمودہ یکم ستمبر ۱۹۲۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔

یہ خداتعالیٰ کی سنت ہے کہ ہر ایک چیز ایک تغیر اور ایک عرصہ کے بعد خراب ہو جاتی ہے۔ پھلوں میں سے سیب' آم' انار' انگور بہترین ثمرات ہیں۔ بادشاہ سے لیکر غریب تک سب ان کو کھاتے اور خوش ہوتے ہیں لیکن جب ایک تغیر کے بعد ان میں کیڑے پڑ جاتے ہیں تو غریب آدمی بھی ان کو کھانا پسند نہیں کرتا۔ اس تغیر سے پہلے وہ خوبصورت ہوتے ہیں ان میں خوشبو ہوتی ہے ان میں مٹھاس ہوتی ہے۔ لیکن پھر بدصورت ہو جاتے ہیں۔ ان میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے کڑوے ہو جاتے ہیں۔ پہلے ان کو دیکھنے سے آنکھوں کو سرور ہوتا تھا۔ خوشبو سے دماغ کو فرحت ہوتی تھی۔ زبان کو مزہ آتا تھا۔ ہاتھ خوشی سے پکڑتے تھے مگر تغیر کے بعد انہیں نہ آنکھ دیکھنا چاہتی ہے نہ ناک سونگھنا اور نہ زبان چکھنا اور نہ ہاتھ چھونا چاہتے ہیں اگر وہ ہاتھ کو لگ جائیں تو نجاست کی طرح سمجھے جاتے ہیں اور ہاتھ کو دھولیا جاتا ہے۔ اس تغیر کی وجہ کیا ہوتی ہے۔ یہی کہ وہ پھل اپنے اصل سے کٹ چکا ہوتا ہے۔ جڑ نے اس کو رزق پہنچانا بند کر دیا ہوتا ہے۔ اور اگر وہ درخت کے ساتھ ہی ہو۔ تو بھی خدا کے ایک قانون کے ماتحت ایک مدت کے بعد وہ خراب ہو جاتا ہے۔ اور سڑ جاتا ہے۔ یہی حال قوموں کا ہوتا ہے۔ ایک وقت میں ان پر فخر کیا جاتا ہے۔ مگر جب وہ بگڑ جاتی ہیں تو اپنے پرائے ان کو نفرت سے دیکھتے ہیں۔

ایک زمانہ میں مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ ان کے کاموں کی دشمن بھی تعریف کرتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نجد کا ایک وفد آیا تھا کہ ایک صحابی ہمارے ساتھ بھیج دیجئے جو ہمارے فیصلے کیا کرے یہ لوگ عیسائی تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی حکومت نہ تھی۔ پھر وہ کیوں آئے؟ اس لئے کہ مسلمانوں میں ایسی خوبیاں تھیں۔ جو سب کو بھاتی تھیں۔ جو ان سے معاملہ کرتا تھا۔ خوش ہوتا تھا۔ وہ سب کی بھلائی کرتے تھے اور سب سے

حسن معاملہ کرتے تھے۔ اسلامی فتوحات کے زمانہ میں جبکہ اسلامی لشکر روم کے علاقہ میں گھسے جا رہے تھے ایک موقع ایسا آیا کہ مسلمانوں کی فوج تھوڑی تھی۔ اور مقابلہ کے لئے رومیوں کا لشکر بہت زیادہ آگیا اور مسلمانوں کو اپنے مقبوضہ اور مفتوحہ علاقے سے ہٹنا پڑا۔ اس وقت مسلمانوں نے کیا کیا؟

آج جبکہ تہذیب و تمدن کے بڑے دعوے کئے جاتے ہیں۔ جب فوجیں کسی علاقہ سے ہٹائی جاتی ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اسی جنگ میں یورپ میں تہذیب کے دعوے کے باوجود یہ حالت تھی کہ اتحادی جب بڑھتے تھے تو علاقہ کو تباہ کرتے تھے۔ اور جب ہٹتے تو تباہ کرتے تھے۔ اور لوٹ لیتے تھے۔ اس لئے کہ جرمن والے اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ اور یہی حال جرمن والوں کا تھا ایک شخص میرے پاس ایک کتاب تحفۃً لایا۔ اور اس نے مجھ کو بتایا کہ اس طرح لوٹ میں میرے ہاتھ آئی ہے۔ اور کہا کہ اور لوگ بھی لوٹتے تھے۔ میں نے بھی یہ کتاب لے لی۔ میں نے اس کو کہا کہ میں یہ کتاب نہیں لیتا انہی کو دو جو اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ تو جو لوگ صداقت سے دور ہوتے ہیں وہ اس بات کے باوجود کہ لوٹنا منع ہے۔ مفتوحہ علاقہ کو لوٹنے سے نہیں ڈرتے۔ انہی کے قاعدے کے مطابق مسلمان جب وہاں سے لوٹ رہے تھے۔ تو اس علاقہ کو لوٹ اور آگ لگا سکتے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ کے جرنیل اور اسلامی لشکر کے سپہ سالار ابو عبیدہؓ نے وہ ٹیکس جو لوگوں سے وصول کیا جا چکا تھا یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ یہ ہم نے تمہاری حفاظت کے وعدے پر لیا تھا۔ مگر اب چونکہ ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم واپس کرتے ہیں۔ تم یہ لے جاؤ۔ اور اس کا معاملہ بھی واپس کر دیا۔ کہ یہ ہمارے لئے جائز نہیں۔ ان اخلاق کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب مسلمان اس علاقہ سے نکل رہے تھے تو وہ لوگ جو عیسائی تھے۔ روتے تھے۔ کہ مسلمان ہمیں چھوڑ چلے۔ ان کو مسلمانوں کے جانے کا غم تھا۔ اور عیسائی بادشاہ کی حکومت آنے اور اپنی ہم مذہب سلطنت کے قائم ہونے کی خوشی نہ تھی۔ بلکہ رنج تھا۔ا۔

مگر آج جو مسلمانوں کی حالت ہے اس پر سب نفرین کرتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک امیر کو فرمایا کہ آپ مسلمان نوکر کیوں نہیں رکھتے۔ اس نے جواب دیا کہ مسلمان خائن ہوتے ہیں۔ اس لئے ہندو ملازم رکھتا ہوں۔ کہ ان میں یہ بات نہیں۔ یہ غیروں کی مسلمانوں کے متعلق رائے نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کی مسلمانوں کے متعلق رائے ہے۔ اسی طرح ہندوستان میں تم دیکھ لو کہ ہندو سکھ مل جائیں گے حکومت کے عمال ان کی رعایت کریں گے کیونکہ مسلمانوں کو جب عہدے ملتے ہیں تو وہ اپنی تیزی اور تندی اور بداخلاقی سے مسلمانوں کو بھیانک صورت میں دوسروں کو دکھاتے ہیں۔

سورۂ فاتحہ میں اسی کی طرف توجہ دلائی گئی۔ فرمایا **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** کہ کوئی قوم نہیں جو منعم علیہ ہو اور پھر مغضوب نہ ہوئی ہو۔ اس لئے جہاں **صراط المستقیم** کی دعا کرتے رہو۔ وہاں **غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** بھی کہو۔ یہ قومی زوال سے محفوظ رہنے کی دعا ہے۔ کیونکہ افراد میں بہت کم ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ولایت اور قرب الٰہی کے مقام سے تنزل کریں۔ لیکن قومیں ہمیشہ اعلیٰ مقام سے تنزل کرتی رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ **اھدنا** فرمایا ہے **اھدنی** نہیں فرمایا جس کو "میں" کہتے ہیں وہ کم گمراہ ہوتا ہے۔ ہاں جماعتیں گمراہ ہو جایا کرتی ہیں۔ لوگ نیک ہوتے ہیں مگر ان کے بعد آنے والے ناخلف ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ "میں" کی جگہ "ہم" سکھایا۔ چونکہ "میں" گمراہ نہیں ہوتا الاماشاء اللہ۔ اور "ہم" گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے "ہم" کی حفاظت کے لئے یہ دعا سکھائی گئی کہ "ہم" ترقی کر کے پھر گر نہ جائیں۔ پس یاد رکھو کہ صحابہ کرام جو دعا کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ میں ابوبکر ابوجہل نہ ہو جاؤں یا میں عثمان ابوجہل نہ ہو جاؤں یا میں علی ابوجہل نہ ہو جاؤں بلکہ یہ کہ قوم کہیں خراب نہ وہ جائے۔ اور وہ مغضوب اور ضال نہ ہو جائے۔

چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مغضوب اور ضال کے متعلق پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ یہود اور نصاریٰ ہیں۔ جن کی تم اتباع کرو گے۔ اور فرمایا **لتتبعن سنن الذین من قبلکم** ۲۔ اور آپ نے اس قدر زور دیا کہ فرمایا تم ہر ایک وہ برا کام کرو گے۔ جو وہ کرتے تھے۔ یہ پیشگوئی آئندہ آنے والے مسلمانوں کے لئے تھی چنانچہ اب دیکھ لو وہ کونسے عیب تھے۔ جو یہود میں پائے جاتے تھے اور جن کی وجہ سے مسلمانوں کو ڈرایا گیا تھا۔ وہ مسلمانوں میں نہیں پائے جاتے۔ جس طرح وہ کتاب اللہ میں تغیر و تبدل کرتے تھے اسی طرح مسلمانوں نے تفسیروں میں کیا۔ جس طرح وہ سبت میں اعتدیٰ کرتے تھے۔ اس طرح یہ سبت میں زیادتی کرتے ہیں۔ سبت کے معنی راحت کے بھی ہیں۔ جب مسلمانوں کو راحت ملتی ہے تو خدا کو بھول جاتے ہیں۔ بڑے بڑے ہندو راجے بھی اپنے مندروں میں جاتے ہیں اور معبودوں کی پرستش کرتے ہیں لیکن مسلمانوں میں سے جس کو روٹی کھانے کو مل جاتی ہے وہ شداد کا ہمسر ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ کیا کوئی مسلمان نواب ہے۔ جو میں مسجد میں آکر پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھتا ہو۔ یہ لوگ مسجد میں آنا اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ جس کو دیکھو فرعون کا بھائی بنا ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ان کے مقابلہ میں ہندو راجے کئی کئی گھنٹے تپسیا میں لگے رہتے ہیں۔ اور ایسے موقع پر جس میں دنیا دار لوگوں کی غفلت ہو جاتی ہے وہ عبادت کو نہیں چھوڑتے ہمارے موجودہ بادشاہ جب دلی میں آئے تو اس وقت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کی جو میرے ماموں ہیں۔ کیمپ میں ڈیوٹی لگی

تھی۔ ایک صبح کو ان کے پاس آدمی آیا۔ اور ان کو کہا کہ مہاراجہ صاحب در بھنگہ عبادت کر رہے تھے۔ جس میں اس قدر محویت ہوئی کہ پیچھے آگ کی انگیٹھی تھی۔ جس سے پیٹھ لگ کر جل گئی۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ ان کو کس قدر محویت تھی کہ ان کی پیٹھ جل گئی اور ڈاکٹر کو بلانا پڑا۔ لیکن دوسری طرف مسلمان نوابوں نے شاید ساری رات دربار میں شمولیت کی تیاری میں ہی صرف کر دی ہوگی۔ غرض مسلمانوں کی حالت بالکل یہود کے مشابہ ہو گئی ہے۔

میں نے الفضل میں ایک نوٹ پڑھا ہے جس میں حسن نظامی کے ایک مضمون کے اقتباس درج ہیں حسن نظامی وہی شخص ہے جس نے مجھ کو ایک دفعہ مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ مگر پھر ایسا ذلیل ہوا کہ غیر احمدی اخبارات نے اس کو شرمندہ کیا۔ اب اس نے ایک جھوٹا قصہ بنایا ہے کہ قادیان کے سب احمدی لنڈن چلے گئے ہیں۔ اور مرزا صاحب کی قبر کے پاس ایک گئوشالہ بنایا گیا ہے اور قادیان میں جس جگہ مرزا قادیانی رہتے تھے وہاں آج کل ایک سرائے بن گئی ہے۔ اور رات کو وہاں ایک روح ظاہر ہوتی ہے۔ جس سے لوگ ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

آخر یہ لوگ رسول کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ مگر ایسی گندی باتیں دوسروں کے بزرگوں کی طرف منسوب کرنے سے نہیں شرماتے۔ اور یہ ایسی باتیں کرتے ہیں کہ کوئی شخص شرفاء کے لئے اس قسم کی باتیں کرنا پسند نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ چوہڑے چمار بھی اس قسم کی باتیں نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ لوگ بھی دوسروں کے بزرگوں کا ادب کرتے ہیں اور کہتے ہیں نہ جی وہ بڑے مہاتما تھے۔ مگر افسوس یہ لوگ چوہڑوں سے بھی گر گئے اور ان سے بھی ان کی حالت بدتر ہو گئی۔

یہ مضمون پڑھ کر مجھ کو افسوس بھی ہوا اور خوشی بھی۔ افسوس تو اس بات کا کہ مسلمانوں میں اس قسم کے لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ اور خوشی اس بات کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہو گئی ہے کہ یہ لوگ یہود کے قدم بقدم چلیں گے۔ یہود نے بھی مسیح اول کے متعلق کہا تھا کہ اس کی لاش بہت بری طرح کچلی ہوئی آسمان اور زمین کے درمیان لٹکی ہوئی ہے۔ اسی طرح حسن نظامی نے یہودیوں کے فقیہوں اور فریسیوں کی نسل سے ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ جن لوگوں جیسے کوئی کام کرتا ہے وہ انہی میں سے ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح نے یہودیوں کے فقیہوں اور فریسیوں کو کہا کہ تم ابراہیمؑ کی اولاد نہیں ہو بلکہ شیطان کی اولاد ہو۔ کیونکہ تم ابراہیم کے سے کام نہیں کرتے بلکہ شیطانی کام کرتے ہو۔ اسی طرح خواہ کوئی سید ہو یا مغل یا پٹھان اس کے کام دیکھے جائیں گے کہ وہ کس قسم کے کرتا ہے۔ پھر جن لوگوں کی مانند کام کرے گا انہیں میں سے سمجھا جائے گا۔ ہمارے مخالف حضرت مسیح کے زمانہ کے فقیہوں اور فریسیوں کی مانند ہیں۔ ان میں سے کوئی یہودا اسکریوطی کی مانند ہے۔ جس نے اپنا آقا کے خلاف گواہی دی اور ان کو صلیب پر

چڑھوادیا۔ ان لوگوں کو جھوٹ بولنے اور الزام لگانے میں ذرا بھی شرم و حیا نہیں آتی۔ اس شخص کو خیال کرنا چاہیئے کہ اگر ایسا ہی قصہ کوئی شخص نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھے کہ آپ کی قبر پر گئوشالہ بنایا گیا ہے۔ تو ایسے خبیث انسان کو مسلمان کیا کہیں گے۔ یہ لوگ اس شخص کو جو کچھ کہیں گے۔ وہی خود اس کو اپنے متعلق سمجھنا چاہیئے۔

لیکن ان کے اس قسم کے اقوال اور ان حرکات سے جہاں ہمیں افسوس ہوتا ہے وہاں خوشی بھی ہوتی ہے کہ رسول کریمؐ کی پیشگوئی پوری ہوئی اور اس پیشگوئی نے تیرہ سو برس بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر گواہی دے دی کہ وہ جھوٹے اور مفتری نہ تھے۔ کیونکہ آپ نے جب یہ فرمایا کہ تم مغضوب اور ضال ہو جاؤ گے۔ تو اس وقت آپ کے سامنے وہ لوگ تھے جو آپ پر جان دینے والے تھے۔ یعنی ابوبکرؓ ' عثمانؓ ' عمرؓ ' علیؓ ' طلحہؓ ' زبیرؓ ' زیدؓ ' ابوہریرہؓ ' سعد بن عبادہؓ ' جیسے لوگ تھے جو دشمن کے مقابلہ سے ہٹتے نہ تھے۔ اور اسلام پر اپنا سب کچھ قربان کرنے والے تھے اس وقت اس پیشگوئی کے بیان کرنے کا یہی مطلب تھا کہ آئندہ رسول کریمؐ کی طرف منسوب ہونے والے ایسے لوگ ہونگے۔ چنانچہ اب ایسے لوگ ظاہر ہو گئے اور انہوں نے یہود کی مثال کو زندہ کر دیا۔ اور حسن نظامی نے ثابت کر دیا کہ وہ یہود کے قدم بقدم چل رہا ہے۔ ایک وقت میں ابوجہل نے جو کیا ہے۔ کوئی تعجب نہیں اگر آج حسن نظامی وہی حرکتیں کرتا ہے۔ لیکن اس میں ایک سبق اور ایک عبرت ہے۔ خوشی اس بات کی ہے کہ جو یہود نے مسیح اول سے کیا وہی ان لوگوں نے مسیح ثانی کے متعلق کیا۔ مگر رنج اس بات کا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والے لوگوں کی یہ حالت ہو گئی۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ ان لوگوں کی حالت سے سبق حاصل کرے۔ اور اپنے اخلاق کی نگرانی کرے۔ کہ یہ نتیجہ کثرت سے گندے اور جھوٹے قصے پڑھنے اور لکھنے کا ہے ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ ناول یا قصے لکھنے سے پرہیز کرے۔ کیونکہ جن کو جھوٹ کی عادت ہو جاتی ہے۔ اس کے دل سے صداقت کی قدر نکل جاتی ہے۔ اور پھر اس کا قدم خطرناک باتوں کی طرف اٹھ جاتا ہے۔ گو ناداِنوں سے فائدہ بھی ہوا ہے مگر یورپ کے لوگوں کا کثرت سے ناول لکھنے اور پڑھنے کا باعث یہ حال ہو گیا ہے کہ ان میں سے صداقت مٹ گئی ہے۔ چونکہ مسلمان بھی قصوں میں پڑ گئے ہیں اس لئے ان کو جھوٹ بولتے ہوئے ذرا بھی خیال نہیں آتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں یہی حال انکی تفسیروں کا ہے ان میں روائتیں بھری ہوئی ہیں۔ اور اب یہ لوگ جھوٹ شیر مادر کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ اس شغل سے پرہیز کرے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو کہ یہ اس کی آخری جماعت ہے فتنہ سے بچائے۔

(الفضل ۷ ر ستمبر ۱۹۲۲ء)

❁ ❁ ❁

۱۔ کتاب الخراج بحوالہ پریچنگ آف اسلام مصنفہ ٹامس آرنلڈ

۲۔ مشکوۃ المصابیح کتاب الانذار والتحذیر باب تغیر الناس